76

ہندوؤں میں سچائی کا پرچار

(فرمودہ ۱۷ر نومبر ۱۹۲۲ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

دنیا میں فنون دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک فن وہ ہوتے ہیں کہ جن کے سیکھنے اور استعمال کرنے کا مقصد، نتیجہ اور مدعا صرف دل کی خوشی اور تماشا ہوتا ہے۔ وہ سب کو خوبصورت نظر آتے ہیں۔ لوگ ان کو دیکھنے آتے ہیں اور پسند کرتے ہیں۔ دیکھنے والے ان فنون کے ماہروں پر واہ واہ بھی کرتے ہیں۔ لیکن ان کا اثر اس محفل تک ہی ہوتا ہے۔ اور مجلس کے علاوہ بنی نوع انسان پر ان کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ لوگ ان فنون والوں کی تعریف کرتے ہیں۔ مگر جب جدا ہوتے ہیں تو بھول جاتے ہیں۔ مگر ایک وہ فنون ہیں۔ جن پر لوگ تعریف نہیں کرتے۔ اور دیکھنے والے ان لوگوں کے گرد جمع نہیں ہوتے ان کو دیکھنے کے لئے لوگ خرچ کہاں کریں گے۔ اگر کہا جائے کہ کچھ دیں گے تب بھی جمع نہیں ہوتے۔ باوجود اس کے کہ یہ کام فی حد ذاتہٖ مفید ہیں۔ اور لوگوں کے لئے ان کے اچھے نتائج بر آمد ہوتے ہیں۔

مثلاً تھیٹر ہے۔ یورپ میں اس فن نے بڑی ترقی کی ہے۔ یورپ میں اس پیشہ میں کمال رکھنے والے کو "نواب" تک کے خطاب ملتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی تعریف یہ ہوتی ہے کہ یہ شخص بڑا نقال ہے یا بڑا ناچنے والا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس کا فائدہ کیا ہے۔ یورپ میں لوگ تیس تیس روپیہ دے کر تھیٹروں میں جاتے ہیں۔ یہاں اتنا تو نہیں۔ ہاں پانچ پانچ دس دس روپیہ تک یہاں بھی خرچ کر دیتے ہیں۔ اور تماشا دیکھتے ہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس تماشا دیکھنے کا ان پر ان کے دوستوں پر ان کے محلہ والوں پر ان کے شہر والوں پر ملک والوں کی زندگی پر کیا اثر ہوتا ہے۔ اور کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ لوگ تھیٹروں میں بعض اوقات ہنس بھی پڑتے ہیں اور بعض اوقات رو بھی پڑتے ہیں۔ مگر تھیٹر کا جتنا بھی اثر ہوتا ہے وہ وہیں ختم ہو جاتا ہے۔

مگر اس کے مقابلہ میں ایک شخص دریا پر ایک پل بناتا ہے جس کا بننا ہزاروں لاکھوں انسانوں

کے لئے مفید ہے۔ مثلاً ایک شخص کے رشتہ دار دریا کے پار رہتے ہیں ان میں سے کوئی ایک بیمار ہے۔ دریا پر پل نہ ہو اور دریا زور پر ہو تو وہ اپنے رشتہ دار کی خبر نہیں لے سکتا۔ یا ایک شخص کی دریا کے پار تجارت ہے مگر دریا میں پانی زیادہ ہو تو وہ دریا کے پار نہیں جا سکے گا۔ یا کسی شخص نے دریا کے پار اپنی ملازمت پر جانا ہے دریا میں طغیانی ہے۔ وہ کس طرح جا سکتا ہے۔ لیکن جب دریا پر پل بن گئے۔ تو دریا کے پار جانا ان کے لئے کچھ بھی مشکل نہ رہا۔ باوجود اس قدر مفید ہونے کے لوگ جب پل بن رہا ہو پیسہ خرچ کر کے اس کو دیکھنے کے لئے نہیں جاتے۔ اگر کہا جائے۔ کہ فلاں دریا پر انجینئر پل بنا رہے ہیں۔ چلو دیکھو۔ تو لوگ کہیں گے کیا ہماری عقل ماری گئی ہے کہ وہاں وقت ضائع کریں۔ اگر کسی بھلے مانس کو کچھ دیا بھی جائے کہ وہ جا کر دیکھے تو وہ کہے گا میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے۔ پس گو اس کام کا اثر ہے۔ مگر اس کو دیکھنے کے لئے لوگوں میں جوش پیدا نہیں ہوتا۔ معمار ایک مکان تعمیر کرتا ہے اور خاموشی سے اینٹ پر اینٹ لگاتا چلا جاتا ہے۔ اور کام ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا کام دس بیس سال اور بعض اوقات صدیوں تک فائدہ پہنچاتا ہے۔ مگر اس پر لوگوں کا انبوہ اور شور و غل نہیں ہوتا اور نہ بناتے وقت اس کی کوئی واہ واہ ہوتی ہے۔ ایسے کام کی پہلے سے بالکل الٹ حالت ہے۔ پہلے کا نتیجہ کچھ نہ تھا۔ مگر واہ واہ اور تعریف بہت تھی۔ اس کی کوئی واہ واہ اور تعریف نہیں ہوتی مگر دانا انسان وہ ہے جو تعریف اور واہ واہ پر نہیں جاتا بلکہ یہ دیکھتا ہے کہ جو کام میں کرنے لگا ہوں اس کے نتائج کیسے ہیں۔ جس کام کا نتیجہ کچھ بھی نہیں خواہ اس پر کتنی ہی تعریف ہو وہ خوش ہونے کے قابل نہیں مگر وہ کام جس پر تعریف کچھ نہ ہو لیکن اس کے نتائج اچھے ہیں وہ قابل توجہ ہے پس وہ کام جس کے نتائج اچھے ہیں اس کے لئے لوگ برا بھلا کہتے ہیں۔ ہمدردی نہیں کرتے۔ مگر اس کے اچھے نتائج ہی اس قابل ہوتے ہیں کہ انسان اس کام کو کرے۔

بعینہٖ یہی حال دین کے کاموں کا ہے۔ دنیا کے بعض کاموں میں بھی واہ واہ زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن عقلمند وہی ہے جو نتیجہ کو دیکھے اگر ایک شخص کے کام پر واہ واہ بہت ہوتی ہے مگر اس کا نتیجہ کچھ نہیں۔ تو وہ کام قابل قدر نہیں۔ لیکن اگر ایک کام سے اچھے نتائج نکلنے کی امید ہے اور نتائج اچھے نکلتے ہیں لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں تو پروا مت کرے۔ اور اگر تعریف کرتے ہیں۔ مگر نتیجہ کچھ نہیں تو وقت کھونا ہے۔ تو دین کے کاموں میں بھی دونوں پہلو ہیں۔ ایک میں واہ واہ بہت ہوتی ہے۔ مگر ایک میں واہ واہ کچھ نہیں۔ البتہ اس کے نتائج اعلیٰ درجہ کے ہیں۔

تبلیغ بھی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک مبلغ وہ ہوتا ہے جس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں سے تعریف کرائے۔ وہ اپنی تقریر میں لطیفے اور چٹکلے بیان کرتا ہے۔ لوگ اس کی تقریر سن کر ہنستے اور خوش ہوتے ہیں اور اس کی تعریف کرتے ہیں مگر ایسی تقریر سن کر جب لوگ گھر جاتے ہیں تو اس کا

کچھ بھی اثر ان پر باقی نہیں رہتا۔ البتہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے وہ اللہ تعالیٰ کو سمجھنے کے لئے جاتے تھے اور ان کے دل پر ایک رعب ہوتا تھا۔ مگر جب وہ اس قسم کی تمسخر کی باتیں سنتے ہیں اور اس ذات کے وکیل کی طرف سے سنتے ہیں۔ تو ان پر اس کا اثر اچھا نہیں ہوتا۔ ایسے لیکچرار بے شک خوش کر لیتے ہیں اور لوگ ان کی تعریف بھی کرتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل میں سنجیدگی نہیں رہتی۔ ایسے واعظ درد کا علاج افیون کھلا کر کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ افیون سے درد کا احساس کم ہو جاتا ہے۔ مگر اس سے اصل درد میں کمی نہیں آتی۔ بلکہ اس سے وہ ہمیشہ کے لئے افیون کا عادی ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص اگر اسلام کی تائید کرتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ لفظ اسلام سے اس کی تقریر کے سننے والوں کو نفرت نہیں رہتی مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان لوگوں کو خدا سے بھی محبت نہیں رہتی۔ لوگ اس واعظ اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کو برا نہیں کہتے۔ مگر ان میں کوئی روحانی ترقی بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اس شخص نے فتح حاصل کی۔ مگر اس کی فتح اس کے نام کی ہے۔ خدا کے نام کی فتح نہیں۔ اور روحانیت کے لئے فتح نہیں۔ اس بارے میں یہ شخص فتح یاب نہیں ہوا بلکہ ہارا ہے۔

اس کے مقابلہ میں ایک اور شخص ہے جو سنجیدگی سے کام کرتا ہے۔ وہ بولتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی پل بناتا ہے۔ گو اس کی تعریف نہیں کی جاتی۔ مگر وہ دنیا کے لئے مفید کام کرتا ہے۔ اسی طرح گو اس شخص کی تعریف نہیں کی جاتی بلکہ لوگ اس کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود اس کی باتوں کا قلب پر اثر ہوتا ہے۔ اس کے سننے والے اس کو گالیاں بھی دیتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کا ان کے دل میں ایک رعب پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ جو کام کرنا چاہتا ہے اس میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد میں تبلیغ میں سے بھی ایک خاص حصہ تبلیغ کی طرف توجہ دلاتا ہوں وہ حصہ ہندوؤں میں تبلیغ ہے۔ ہماری جماعت پر جس طرح تبلیغ کا کام فرض کیا گیا۔ اور حضرت مسیح موعود نے مقرر فرمایا ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہندوؤں میں جہاں تک تبلیغ کا سوال ہے۔ نہیں کی گئی۔ گو جس قدر بھی ہے اس کا غیر احمدیوں پر اثر ہے مگر آریوں سے مقابلہ ایسا ہی ہے۔ جیسا تھیٹر ہے۔ کیونکہ آریوں کی غرض حق طلبی نہیں۔ ان کی غرض محض یہ ہوتی ہے کہ ان کی قوم کے لوگ ان کی طرف اس طرح توجہ کریں۔ اور ان سے ہمدردی کریں چنانچہ کئی جگہ وہ اشتہار شائع کرتے ہیں اور بغیر ہم سے پوچھنے کے لکھ دیتے ہیں کہ احمدیوں سے بحث ہوگی۔ کیا کچھ احمدی آریہ ہوگئے ہیں۔ جن کی وجہ سے ان کو خیال ہے کہ اگر احمدی مقابلہ پر آئیں گے تو اور احمدیوں کو آریہ اپنے ساتھ ملا سکیں گے نہیں ایسا نہیں۔ بلکہ انہی میں سے کئی لوگ ہم لائے ہیں۔ پس ان کو

ہمارے ساتھ بحث کر کے فتح نہیں ہوگی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ ان کو ذلت و شکست اور رسوائی ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی وہ ہمارا نام بحث کے لئے لکھ دیتے ہیں اس کی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ دیگر ہندوؤں پر اثر ڈال سکیں کہ وہ ہندو مذہب کی طرف سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور اس طرح سے اپنے آپ کو ہندو مذہب کا ہمدرد ثابت کرتے ہیں۔ یہ ایسی ہی ہمدردی ہوتی ہے جیسا کہ موچی دروازے کے لوگ اسلامیہ کالج کی کرکٹ کے میچوں میں کیا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ جوش ہوتا ہے کہ چونکہ یہ اسلامیہ کالج ہے اور وہ ڈی۔اے۔وی کالج یا کسی اور کالج کے لڑکے ہیں اس لئے ہمیں دین کی خدمت کرنی چاہیئے۔ اور وہ اپنے ڈنڈے لیکر چل پڑتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح یہ لوگ دیگر ہندوؤں پر یہ اثر ڈالتے ہیں کہ ہندو دھرم کی طرف سے ہم لڑتے ہیں اور یہ قدرتی بات ہے کہ اپنا کام کرنے والے سے ہمدردی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آریہ لوگ سناتنیوں اور جینیوں کو دکھاتے ہیں کہ ہم تمہارے ہمدرد ہیں۔ خواہ ان کو شکست ہی ہو مگر وہ لوگ ان سے ایک قسم کی محبت کرتے ہیں۔ اور شکست کو نہیں سمجھ سکتے۔ اور اپنی شکست کو سمجھنا بھی مشکل ہے۔ شکست کو ہمیشہ غیر جانبدار ہی سمجھا کرتا ہے۔ ایسا ہی اگر مسلمانوں کو شکست ہو تو مسلمان اس کو نہیں سمجھ سکتے اس لئے جب آریوں کو شکست ہوتی ہے اس طرح کی ہمدردی کسی حد تک ہمیں بھی غیر احمدیوں سے حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر اس سے آریہ بہت فائدہ اٹھاتے ہیں ہمیں اتنا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ مسلمانوں میں وہ یکجہتی کی روح نہیں جو ہندوؤں میں ہے۔ اس لئے ہم اس بارے میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ اور ہندو سارے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کا تو یہ حال ہے کہ کسی احمدی عالم کی تائید کرنا تو الگ رہا اگر ایک اہل حدیث عالم بھی ہندوؤں وغیرہ سے بحث کرنے جائے تو دوسرا اہل حدیث عالم ہی اس کی دشمنی اور مخالفت کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے اس لئے ہم بھی جب آریوں وغیرہ سے بحث کرتے ہیں تو غیر احمدیوں سے ہمیں ہمدردی حاصل ہوتی ہے لیکن بہت کم۔ کیونکہ ان سے ان کے مولویوں اور ملانوں کو بھی کم ہمدردی ملتی ہے۔ پس درحقیقت دنیاوی فوائد میں آریہ جیتتے ہیں اور ہم ہارے رہتے ہیں۔

اصل چیز ہندوؤں میں تبلیغ کے لئے آریہ نہیں بلکہ وہ کروڑوں ہندو ہیں جو مذہباً" آریوں سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتے۔ وہ سچے طور پر ہندو مذہب کو مانتے ہیں۔ اور ان کی کوئی پولیٹکل غرض بھی نہیں۔ وہ خدا سے محبت رکھتے ہیں۔ اور غریبوں کی مدد کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ وہ بحث مباحثوں میں نہیں پڑتے۔ اور اس کو غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک انسان جس مذہب میں پیدا ہوتا ہے وہی اس کی نجات کا موجب ہوتا ہے۔ ہمارا فرض تھا کہ ہم ان کو بتاتے۔ کیا محض اس لئے ہم ان کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ وہ مباحثوں میں نہیں آتے۔ اور ان سے

مباحثات کے باعث کوئی شور و شر نہیں پڑتا۔ اگر شورش ہی تبلیغ میں مدِّنظر ہو تو سمجھو کہ ہماری محنت اکارت گئی۔

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کا باعث ان کی زبان اور خیالات سے ناواقفیت ہے۔ اور آریوں سے بحث وغیرہ میں آسانی ہے کہ ان کی کتابیں اردو میں مل جاتی ہیں ۔ ورنہ ہماری جماعت کے لوگوں کو واہ واہ کی الا ماشاء اللہ پرواہ نہیں۔ پس غیر آریہ سماجی ہندوؤں کی طرف توجہ نہ کرنے کا باعث واہ وا کا نہ ہونا نہیں بلکہ ان کے علوم سے ناواقفیت ہے مگر ان لوگوں میں ہماری جماعت کے انگریزی خواں خوب تبلیغ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کا لٹریچر جس قدر انگریزی میں ہے اتنا مروجہ بھاشا میں بھی نہیں ہے۔ انگریزی میں ہندوؤں کے لٹریچر کا اکثر ضروری حصہ آگیا ہے۔ چنانچہ انگریزی میں وید اور پرانوں کے ترجمے تو میرے پاس بھی موجود ہیں علاوہ ازیں سناتن دھرمیوں بدھوں اور جینیوں کی کتابیں بھی انگریزی میں ہیں۔ ان کے ذریعہ ہمارے انگریزی خوانوں کو پتہ لگ سکتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ کونسی باتیں ہیں جن کا ان پر اثر ہوتا ہے اور کونسی باتیں ہیں جن سے وہ نفرت کرتے ہیں۔ جن باتوں کو وہ پسند کرتے ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو ان کو دکھانا چاہیئے کہ اسلام میں ان سے اعلیٰ طریق پر موجود ہیں۔ اور جو غلط ہوں ان کے مقابلہ میں صحیح پیش کرنی چاہئیں۔ پس انگریزی زبان کے ذریعہ ان کے لٹریچر کو پڑھ کر ان میں تبلیغ کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے اور اس طرح ہمیں ہندوؤں کے وسیع دائرے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ آریہ ہیں بھی محدود اور ان کی اغراض بھی بحث مباحثہ سے یہ ہیں کہ ہندوؤں میں ظاہر کریں کہ وہ ہندو مذہب کی طرف سے لڑ رہے ہیں اس سے ماسوا اور کوئی غرض نہیں۔

دیکھو عیسائی ۴۰ لاکھ ہندوستانیوں کو عیسائی بنا چکے ہیں یہ اتنی بڑی تعداد ہے کہ ابھی ہماری جماعت کی تعداد بھی چالیس لاکھ نہیں ہے۔ مگر یہ لوگ جو اتنی بڑی تعداد میں عیسائی ہوئے ہیں۔ ان ہندوؤں میں سے ہیں جو مذہب کو اکھاڑا نہیں بناتے تھے۔ عیسائی مذہب کی سادگی ان کی سمجھ میں آگئی۔ اگر اسلام ان کے سامنے پیش ہو تو وہ اس کو قبول کر سکتے ہیں۔ ان چالیس لاکھ میں ۳۴ یا ۳۵ لاکھ وہ ہندو ہیں جو ادنیٰ ذاتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

اگر ہمارے آدمی بھی ان کے مذہب کی واقفیت پیدا کریں۔ تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ عیسائیت کے مقابلہ میں ہمیں کامیابی نہ ہو۔ وہ مشرک لوگ ہیں انہوں نے لاکھوں کروڑوں دیوتاؤں کو مان رکھا ہے۔ ان کے سامنے جب تین اقنوم پیش کئے گئے تو ان لاکھوں کے مقابلہ میں انہوں ان تین کو ترجیح دی۔ مگر جب ان کے سامنے توحید پیش کی جائے گی۔ اور سچے واحد خدا کو پیش کیا جائے گا تو وہ یقیناً اس کو قبول کریں گے۔ جب تین خدا ان کو مسخر کر سکتے ہیں تو حقیقی خدا یقیناً ان کو مسخر کرے

گا۔ علاوہ اس کے اسلام ایک سوسائٹی رکھتا ہے اور اس کے اندر ایک جماعت ہے۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ ان کے لٹریچر کو پڑھے۔ اور اس وسیع میدان کی طرف توجہ کرے۔ اگر ان کی طرف توجہ نہ کی گئی تو اس کی یہ مثال ہوگی کہ جیسے کوئی شخص کسی چیز کی کان میں جائے۔ اور خالی ہاتھ آئے۔ ہندوستان میں اس وقت ۲۴ کروڑ ہندو بستے ہیں۔ اگر قلیل سے قلیل اندازہ بھی کریں تو کروڑوں ہماری طرف آجائیں گے۔ یہ سات کروڑ مسلمان جو ہندوستان میں موجود ہیں۔ باہر سے نہیں آئے۔ بلکہ ان کا اکثر حصہ یہیں کے لوگوں میں سے آیا ہے۔ پس یہ سمجھنا چاہیئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ چالیس کروڑ کے چالیس کروڑ ہی ہمارا شکار ہونگے۔ اور ان میں سے ایک بھی باہر نہیں رہے گا۔ ہمیں اپنی نیت خالص رکھنی چاہیئے۔ اور واہ وا کا دھیان نہیں کرنا چاہیئے۔ ہمیں یہ نیت کرنی چاہیئے کہ اسلام کا وہ جھنڈا جو نیچا ہو گیا تھا۔ اس کو گاڑ دیں۔ لوگوں کے دلوں میں اسلام کی محبت گھر کر جائے۔

دوسرے خطبہ میں فرمایا۔ آج جمعہ کی نماز کے بعد بقاء محمد صاحب مدرس کا جنازہ پڑھوں گا۔ جو ایک مخلص شخص تھے اور رہتاس میں رہتے تھے۔ وہاں اکیلے تھے۔ اور ان کا جنازہ وہاں نہیں پڑھا گیا۔

(الفضل ۴؍ دسمبر ۱۹۲۲ء)